فتح مکہ 10 رمضان المبارک 8 ہجری

تحریر: جناب عبدالرشید عراقی

فتح مکہ اسلام کی تاریخ کا سب سے اہم اور درخشاں واقعہ ہے۔ ہجرت کے فوراً بعد آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو ہدف دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے گھر کو شرک کی نجاست سے پاک کریں اور اس پر قابض مشرکین کو وہاں سے بے دخل کریں۔ مسلمانوں کو اسی لمحے بتا دیا گیا تھا کہ اس منزل کو پانا آسان نہ ہوگا اس کی طرف جانے والا راستہ نہایت کٹھن اور دشوار ہے۔ قدم قدم پر مشکلات پیش آئیں گی۔

فتح مکہ کے اسباب کیا تھے 6 ہجری کو معاہدہ صلح حدیبیہ ہوا، اس معاہدہ کی دفعات میں ایک دفعہ یہ تھی کہ:

دس سال تک جنگ نہ ہوگی، اس شرط میں جو قومیں آنحضرت ﷺ کی جانب ملنا چاہیں وہ ادھر مل جائیں اور جو قریش کی طرف جانا چاہیں وہ ادھر ہو جائیں اور جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ شامل ہوگا اس فریق کا ایک حصہ سمجھا جائے گا۔ لہٰذا ایسے قبیلہ پر حملہ خود اس فریق پر حملہ اور زیادتی تصور ہوگا۔

اس دفعہ کے تحت قبائل عرب میں بنوخزاعہ آنحضرت ﷺ کے حلیف ہو گئے تھے اور ان کے حریف بنوبکر نے قریش سے معاہدہ کر لیا تھا۔ معاہدہ کو ابھی دو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بنوبکر نے بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے بنوبکر کی اسلحہ کے ساتھ مدد کی مؤرخ طبری نے لکھا ہے کہ قریش نے اعلانیہ بنوبکر کی مدد کی۔ عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو وغیرہ نے راتوں کو بھیس بدل کر بنوبکر کے ساتھ تلواریں چلائیں۔ (سیرت النبی ۱/۵۱۰)

بنوخزاعہ نے مجبور ہو کر بیت اللہ میں پناہ لی۔ بنوبکر بیت اللہ کے احترام میں رک گئے لیکن ان کے رئیس نوفل نے کہا یہ موقع دوبارہ ہاتھ نہیں آئے گا۔ شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہابؒ نے اپنی کتاب "مختصر سیرت الرسول ﷺ" میں نوفل کے درج ذیل الفاظ درج کئے۔ "آج کسی خدا سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اے بنوبکر! اب موقعہ ہے اپنا انتقام لے لو بخدا تم حرم میں چوری کرتے ہو لیکن انتقام لینے سے ڈرتے ہو"۔ (مختصر سیرۃ الرسول ﷺ: ۵۲۸)

چنانچہ بنوبکر نے بیت اللہ میں قتل و غارت کا سلسلہ جاری رکھا اور آخر بنوخزاعہ کے آدمیوں نے بدیل بن ورقہ خزاعی اور اپنے ایک آزاد کردہ غلام رافع کے گھروں میں پناہ لی۔

جنگ کے خاتمہ پر عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا، اور بارگاہ رسالتؐ میں فریاد کی اور اپنی تباہی و بربادی کا واقعہ بیان کیا۔ آنحضرت ﷺ کو یہ سن کر بہت رنج ہوا اور آپ ﷺ نے ایک قاصد قریش مکہ کے پاس بھیجا اور مندرجہ ذیل تین صورتیں پیش فرمائیں کہ ان میں سے کوئی ایک منظور کر لی جائے: ۱۔ مقتولوں کا خون بہا دلایا جائے۔

۲۔ قریش بنوبکر کی حمایت سے دست کشی کا اعلان کردیں۔ ۳۔صاف صاف کہہ دیں کہ معاہدہ حدیبیہ ٹوٹ گیا۔

قریش نے تیسری شرط کو منظور کیا یعنی کہ معاہدہ حدیبیہ ٹوٹ گیا۔لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش کو ندامت ہوئی کہ انہوں نے تیسری شرط منظور کر کے اچھا نہیں کیا چنانچہ انہوں نے ابوسفیان کو سفیر بنا کر بھیجا کہ معاہدہ کی تجدید کرا آئیں، ابوسفیان نے مدینہ آ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کی درخواست کی۔لیکن بارگاہ رسالتؐ سے کچھ جواب نہ ملا۔ابوسفیان نے حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ذریعہ معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی۔آخر ابوسفیان نے حضرت علیؓ کے ایما سے مسجد نبوی میں جا کر اعلان کر دیا کہ:''میں نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی۔اس کے بعد ابوسفیان مکہ واپس آ گیا، اور اہل مکہ سے تمام واقعہ بیان کیا تو اہل مکہ نے کہا: یہ نہ صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھ جائیں، نہ جنگ ہے کہ لڑائی کا سامنا کیا جائے''۔

ابوسفیان کی معاہدہ حدیبیہ کو برقرار رکھنے کی درخواست مسترد کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے کفار قریش پر آخری ضرب لگانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔آپ ﷺ نے مدینہ اور گردونواح کے مسلمانوں کو جنگ کیلئے تیار رہنے کا حکم دیا، اور تمام حلیف قبائل اور نو مسلم قبائل میں بھی اپنے قاصد بھیجے کہ وہ لوگوں کو جنگ کیلئے تیار کریں، اور اس کے ساتھ یہ احتیاط برتی گئی کہ اہل مکہ کو اس کی خبر نہ ہونے پائے۔

اس اثناء میں اسلامی لشکر تیار ہو کر 10 رمضان المبارک 8 ہجری (یکم فروری 630ء) کو مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔لیکن رسول اللہ ﷺ نے پورا اہتمام فرمایا تھا کہ اس لشکر کی خبر آخری وقت تک اہل مکہ کو نہ پہنچنے پائے، عام مصلحتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اس اعتبار سے یہ تدبیر از حد ضروری تھی کہ بیت اللہ میں خونریزی نہ ہو اور محض لشکر کی نمائش ہی اہل مکہ کو ہتھیار ڈال دینے پر مجبور کر دے۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ ایک معزز صحابی تھے اور جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔انہوں نے قریشِ مکہ کو ایک خط کے ذریعہ اطلاع کرنے کی کوشش کی اور ایک عورت کے ذریعہ اہلِ مکہ کے نام خط بھجوایا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مطلع کر دیا، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت ابومرثدؓ کو اس عورت کے تعاقب میں روانہ کیا اور اس عورت سے خط لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا حضرت حاطبؓ کا یہ اقدام عسکری نظام کے مطابق صحیح نہیں تھا اور عسکری نظام میں یہ کبھی بھی برداشت نہیں کیا جاتا کہ اس کے فوجیوں کی وفاداریاں دشمن فریق کے ساتھ ہوں۔جب خط رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو حاطبؓ کی اس حرکت پر سب کو حیرت ہوئی۔آنحضرت ﷺ نے حضرت حاطبؓ سے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت حاطبؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میرے معاملے

میں عجلت نہ فرمایئے، میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہوں، مرتد نہیں ہوا، میرے بیوی بچے مکہ میں ہیں، میں وہاں کا نہیں ہوں، باہر کا آدمی ہوں، اپنے اقرباء کی حفاظت کے خیال سے میں نے چاہا کہ قریش پر احسان کر دوں آنحضرت ﷺ نے یہ سنتے ہی حاطب ؓ کو معافی سے مشرف فرمایا۔ (رسول رحمت از ابوالکلام آزاد: ۴۳۲)

حضرت عمر بن خطاب ؓ کو حضرت حاطب ؓ کی یہ حرکت پسند نہ آئی تھی انہوں دربار رسالت میں عرض کی! اگر حکم ہو تو حاطب ؓ کی گردن اڑا دوں؟ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: عمرؓ! تمہیں کیا معلوم اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو مخاطب کر کے کہہ دیا کہ تم سے کوئی مواخذہ نہیں۔ یعنی غزوہ بدر میں شرکت نیکی اور خدمت حق کا درجہ عظیم القدر تھا جس کے سامنے ایسی خطائیں ہیچ معلوم ہوتی ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ کا غصہ رقت میں بدل گیا اور کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ 10 رمضان المبارک 8 ہجری کو آنحضرت ﷺ نہایت عظمت وشان سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے دس ہزار آراستہ فوج ہم رکاب تھی، اسلامی افواج نے مرالظہر ان پہنچ کر پڑاؤ کیا، یہ مقام مکہ سے ایک منزل پر ہے، رات کے وقت جب مجاہدینِ اسلام نے آگ روشن کی تو دور دور تک پھیلی ہوئی روشنیاں غیر معمولی لشکر کشی کی غمازی کر رہی تھیں۔

قریش مکہ نے حکیم بن حزام (حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے) ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء کو اسلامی لشکر کی تحقیق کیلئے بھیجا جب انہوں نے اسلامی لشکر کی آگ دیکھی تو حیرت زدہ رہ گئے، بدیل اور ابوسفیان آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ وہاں پہنچ گئے اور آپ نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی تھی حضرت عباس ؓ نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما ہیں اب قریش کی خیر نہیں ابوسفیان نے پوچھا کیا کیا جائے؟ حضرت عباس ؓ نے فرمایا: میرے پیچھے خچر پر سوار ہو جاؤ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ کر تمہارے لئے امان طلب کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

جب ابوسفیان حضرت عباس ؓ کے ساتھ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر بن خطاب ؓ جذبہ انتقام کو ضبط نہ کر سکے تیزی سے آگے بڑھے اور بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی کہ کفر کے استیصال کا وقت آگیا ہے لیکن حضرت عباس ؓ نے جان بخشی کی درخواست کی۔ چنانچہ رحمت عالم ﷺ نے ابوسفیان کو معاف کر دیا۔ چنانچہ ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا اور ان کے دونوں ساتھی (حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ) بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ دوسری صبح آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ اسلامی فوج شہر میں مختلف راستوں سے داخل ہو اور ان احکام کی پابندی کرے۔

۱۔ جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔ ۲۔ جو شخص بیت اللہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
۳۔ جو شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔ ۴۔ جو شخص ابوسفیان کے گھر جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔

۵۔ جو شخص حکیم بن حزام کے گھر جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔ ۶۔ بھاگ کر جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔
۷۔ زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔ ۸۔ اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

شہر میں داخل ہونے والے راستوں میں سے صرف اس راستہ کا جو خالد بن ولیدؓ کے ماتحت تھا کچھ مقابلہ ہوا جس میں اہل مکہ کو بھاگنا پڑا۔ باقی دستے بلا مزاحمت شہر میں داخل ہو گئے مقابلہ میں دو مسلمان 28 مقابل کام آئے۔ (رحمۃ للعالمین: ۱/۱۱۴) 20 رمضان المبارک 8 ہجری کو آنحضرت ﷺ بیت اللہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں بت پرستوں نے 360 بت جا بجا آراستہ کر رکھے تھے۔ جب آپ ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو دست مبارک میں کمان تھی اس کی نوک سے ہر بت کو گرائے جاتے اور ساتھ ساتھ یہ آیت زبان مبارکہ پر جاری تھی ﴿جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا﴾ [بنی اسرائیل:۸۱] ''دیکھو حق ظاہر ہو گیا اور باطل نابود ہوا، اور باطل اسی لئے تھا کہ نابود ہو کر رہے۔

اسی طرح حرم پاک کی تطہیر ہو گئی اور قریش پر یہ بھی آشکارا ہو گیا کہ بت کسی کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصلن اور نہ نقصان کا ہدف بنا سکتے ہیں بلکہ اپنی جنبش کیلئے انسانوں کے محتاج ہیں.... کعبہ کی دیواروں پر حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ اور فرشتوں کی تصویریں تھیں وہ سب مٹا دی گئیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ دروازہ کھلوا کر اندر نماز ادا کی اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلال بن رباح اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما تھے۔ بیت اللہ کی چابی عثمان بن طلحہؓ کے حوالے کر دی اور فرمایا: ''قیامت تک یہ تمہارے پاس ہی رہے گی''۔ حضرت بلالؓ نے کعبہ میں مستقل حیثیت سے اذان دی۔

اس کے بعد فتح مکہ کی کامیابی کی تقریب سے آنحضرت ﷺ نے اہل مکہ کو حرم کعبہ میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب لوگ صحن میں جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کے دروازے میں کھڑے ہو کر ان سے خطاب کیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا، اپنے بندے کی نصرت فرمائی، اور تمام مخالف جتھوں کو تنہا توڑ ڈالا، ہاں تمام مفاخر، تمام انتظامات، تمام خون بہا میرے قدموں کے نیچے ہیں، صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کیلئے پانی کا انتظام مستثنیٰ ہیں۔ اے قریش! جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے ہی تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے سورۃ حجرات کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ﴿يايها الناس انا خلقنكم من ذكر و أنثى وجعلنكم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان أكرمكم عند الله أتقكم ان الله عليم خبير﴾ ترجمہ: ''لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا، تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے، تاکہ تم ایک دوسرے سے پہچان لئے جاؤ، اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت کا مستحق وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے، اللہ تعالیٰ دانا اور واقف کار ہے''۔ [حجرات:۱۳]

اس کے بعد آپ ﷺ نے قریش سے مخاطب ہو کر پوچھا، تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں یہ لوگ اگر چہ ظالم تھے، شقی تھے، لیکن مزاج شناس تھے، پکار اٹھے آپ کریم ہیں اور کریم کی اولاد ہیں آپ سے صرف خیر اور بھلائی کی امید ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں آج وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا (لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء) ''تم پر کچھ الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو''۔ (رسول رحمت از ابوالکلام آزاد: ۴۳۸۔۴۳۹)

فتح مکہ کے بارے میں حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ: ''فتح مکہ وہ فتح عظیم ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور اپنے رسول ﷺ، اپنی فوج اور اپنے حرم امین کو عزت بخشی اور اس کے ذریعے اپنے شہر اور اپنے اس گھر کو جس کو اہل دنیا کیلئے موجب ہدایت بنایا تھا۔ مشرکوں اور کافروں سے آزاد کرایا اور یہ فتح عظیم ہے جس سے آسمان پر رہنے والے فرشتے خوش ہوئے جس کو دیکھ کر لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اور زمین کا چہرہ خوشی سے منور ہو گیا''۔ (زادالمعاد: ۲/۱۶۰) مکہ معظمہ میں رسول اللہ ﷺ کا قیام (۱۹) دن رہا اس دوران آپ ﷺ نقوش اسلام کی تجدید کرتے رہے اور لوگوں کو ہدایت وتقویٰ کی رہنمائی فرماتے رہے۔

مکہ کے ۱۹ روز قیام میں کئی نئے مسائل پیدا ہوئے جن میں آنحضرت ﷺ نے نہایت اہم فیصلے فرمائے اور ہدایات دیں جن میں دین کا مزاج سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مثلاً آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱۔ وارث کے حق میں وصیت نہیں کی جا سکتی یہ صرف غیر وارثوں کے حق میں کی جا سکتی ہے۔

۲۔ وراثت انہی کو پہنچے گی جو ایک ہی ملت سے تعلق رکھتے ہوں۔

۳۔ بچہ جس گھر میں پیدا ہو، اسی کا مانا جائے گا، بدکار نامراد ہوگا۔ (حیات رسول اللہ ﷺ: ۵۰۰)

قیام مکہ کے دوران آنحضرت ﷺ کے سامنے چوری کا ایک مقدمہ پیش ہوا جس میں فاطمہ نامی ایک قریشی عورت نے چوری کی اس کے متعلقین کو بڑی تشویش ہوئی اور انہوں نے اسامہ بن زیدؓ کو سفارشی بنا کر جناب رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ ملزمہ کا تعلق ایک معزز خاندان سے ہے اس کو شرعی سزا نہ دی جائے بلکہ اس کو معاف کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''پچھلی قومیں اس لئے تباہ برباد ہوئیں کہ وہ مالداروں کے جرائم نظر انداز کر دیتے اور غریبوں پر قانون نافذ کرتے۔ اللہ کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی جرم کا ارتکاب کرتی تو میں اس کا ہاتھ کٹوا دیتا یہ کہہ کر آپ ﷺ نے خاتون پر حد جاری فرمائی''۔

یہ اسلام کے تصور عدل وانصاف کی عملی وضاحت تھی۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سبق دیا کہ قانون کا اطلاق سب پر یکساں ہونا چاہیے اس میں کسی چھوٹے بڑے، امیر غریب اور کسی خاندانی مرتبہ کا کوئی امتیاز نہیں۔